آئمہ اربعہ رحمہ اللہ علیہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم

مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری
فاضل ومتخصص بنوری ٹاؤن کراچی

اہل بیت کی تکریم عین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو محبت خاندانِ نبوت میں ہی شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ جب امام صاحب کی ملاقات حضرت امام محمد بن علی الباقر سے ہوئی تو آپ نے تعظیماً فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں جیسے آپ کی شان کے لائق ہے پھر ہم بیٹھ سکیں گے پھر فرمایا۔

"واللہ آپ کا احترام ہمارے لیے اس طرح لازم ہے جس طرح آپ کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر لازم تھا اور وہ کرتے تھے۔"

امام اعظم اور اہل بیت:

شیخ الاسلام جوینی فرائد السمطین میں امام صاحب کی مودت اہل بیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تحقیق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کے دوستداروں میں سے تھے اور اپنا مال اہل بیت کے خفیہ اور ظاہر ائمہ پر نچھاور کرنے والوں میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اہل بیت کے ایک بزرگ کو جو کہ حکومت وقت سے چھپے ہوئے تھے کو بارہ ہزار درہم یکمشت بطور اکرام کے پیش خدمت فرمایا۔ امام صاحب اپنے ساتھیوں کو اہل بیت کی رعایت احوال اور ضروریات کی فراہمی اور ان کی اقتداء کا حکم فرماتے تھے۔ (فرائد السمطین: ۱/ ۴۲۳)

امام مالک اور اہل بیت:

ابن جریر اور ابن کثیر رحمہا اللہ کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ نے محمد ذوالنفس الزکیہ رضی اللہ عنہ کے

ہاتھ بیعت خلافت کا فتویٰ بھی دیا جب آپ سے کہا گیا کہ ہماری گردن پر ابھی تک منصور کی بیعت سوار ہے تو آپ نے فرمایا:

"تمہیں بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا ہے مجبور آدمی کی بیعت نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے فتوی کے مطابق لوگ ان کی بیعت کرنے لگے لیکن امام مالک رحمہ اللہ اپنے گھر ہی بیٹھے رہے۔" (البدایہ والنھایہ: ۱۰/ ۸۳)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کو اس فتوی کے سبب سخت تکالیف اور مظالم کا سامنا کرنا پڑا کوڑے کھائے اور مختلف طریقوں سے آپ کی سخت توہین کی گئی۔ آپ پر اتنی کوڑا زنی ہوئی کہ آپ کے دونوں بازو ہی نکل گئے آپ نے امام محمد رحمہ اللہ علیہ کی تحریک کے دوران "یمین مستکرہ" کا مسئلہ باوجود منصور کے سختی سے منع کرنے کے زور وشور سے بیان کیا جس سے امام محمد رحمہ اللہ کی تحریک کو خوب فائدہ ہوا آپ کو مدینہ منورہ سے دیار نبی ہونے کے سبب اتنی محبت تھی کبھی اس سے جدا ہونا پسند نہ فرمایا۔ اور آپ کے ہاں یہ مسلمہ ضابطہ ہے جو کہ صاحب مدارک نے نقل کیا ہے۔

"ابن نافع فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں جب مدینہ اور مکہ جس کسی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلیں تو تمام اہل اسلام کے لیے ان کا عمل معتبر ہے۔" (المدارک: ۳۳، مالک ص ۱۷۰)

حضرت ذوالنفس الزکیہ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر اہل حرمین نے بیعت کی اور عمال بنوامیہ کو بے دخل کیا تھا اور یہ کس طرح قیاس میں آنے والی بات ہے کہ امام مالک صاحب نے ساتھ نہیں دیا۔ امام مالک نے ساتھ دیا اسی وجہ سے ہی فوراً بعد آپ کو سخت سزائیں دیں سرعام آپ کی تذلیل کی آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

امام شافعی اور حب اہل بیت:

ایک مرتبہ امام شافعی رحمہ اللہ ایک جگہ مجلس میں تشریف لائے جہاں آل ابی طالب کے بعض اہل علم تھے امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا میں ان حضرات کے سامنے کلام نہیں کروں گا یہ لوگ اہل فضل وکمال ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ کے اندر تشیع کی خوبو ہے آپ آل نبی ﷺ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ:

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (بیہقی: ۲/۱۸۹، مجمع الزوائد ۱/۸۸)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ متقی لوگ میرے دوست اور قرابت دار ہیں اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے۔ میں ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے نیک رشتہ داروں سے کیوں نہ محبت کروں پھر اپنے مشہور اشعار کہے۔

بعض تاریخوں میں یہ بھی نقل ہے کہ آپ نے ہارون الرشید کے دور میں اہل بیت رضی اللہ عنہ کی کسی تحریک میں ان کا ساتھ بھی دیا اور بیعت بھی کی۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب الام" میں باغیوں کے بارے میں معاملات کے اسلامی فقہی مسائل آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں سے مستنبط کیے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افعال واقوال کو دلیل بنایا ہے بعض لوگوں نے اسی کو دلیل بنا کر آپ پر شیعیت کا الزام لگایا۔

امام احمد بن حنبل اور اہل بیت:

امام احمد بن حنبل فقہ وحدیث کے جلیل القدر صاحب رسوخ امام تھے اور کسی شرعی حکم کے اظہار میں کسی قسم کی ملامت اور ایذا کو خاطر میں نہیں لاتے تھے آپ کے دور میں مسئلہ خلق قرآن مشہور ہے جس میں آپ نے حفاظت قرآن کا حق ادا کیا اسی طرح دوسرے اعتقادی مسائل میں آپ کی رائے عین صواب اور موافق کتاب ہے آپ کے دور میں کوئی تحریک سادات کی نہیں اٹھی بلکہ عباسی آپس میں اختلاف کا شکار رہے البتہ ناصبیت کا زور متوکل کے دور میں ہوا تو آپ نے جذبہ احقاق حق وباطل کے تحت فتنہ ناصبیت کی بھرپور تردید فرمائی اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہ کا کما حقہ دفاع کیا۔ ذیل میں آپ کی شان میں لکھی ہوئی کتب مناقب میں سے آپ کے مذہب وعقیدہ کے چند نمونے درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع:

ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اور اس کی

تصریح بھی فرمائی، فرمایا:

"جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت (خلافت) کو تسلیم نہیں کرتا وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ و احمق ہیں۔ سبحان اللہ آپ رضی اللہ عنہ نے حدود شرعی قائم کیں اور صدقات واجبہ وصول کیے اور تقسیم کیے بغیر استحقاق کے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی باتوں سے کیا ہی خوب خلیفہ ہے کہ ان پر اصحاب رسول راضی ہیں ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے ہیں ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کے لقب سے پکارتے ہیں یہ رضامندی اور صدق دل کے ساتھ تھا اور ہم تو ان کے تابع ہیں۔" (مناقب ابن حنبل ص ۱۶۱، ابن حنبل ص ۱۶۹)

امام احمد بن حنبل کا ناصبیوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع:

اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ علیہ کے مناقب احمد کے حوالہ کے ساتھ ابوزہرہ اپنی کتاب ابن حنبل میں لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع بڑے شد و مد سے کرتے تھے جب کہ کوئی آپ کی شان میں طبع آزمائی کرتا کیونکہ وہ زمانہ متوکل عباسی کا تھا اور اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شدید طعن و تشنیع کی جاتی تھی کیونکہ متوکل بھی ناصبی تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی کا علمبردار تھا اور آپ پر طعن کرتا تھا تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کی باتوں کا جواب دیتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل مناقب آپ کی خلافت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرماتے۔ "بے شک خلافت نے علی کو زینت نہیں بخشی بلکہ علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو زینت بخشی" اور فرماتے "علی بن ابی طالب اہل بیت رضی اللہ عنہ میں سے ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا" اور فرماتے "کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح اسانید کے ساتھ اتنے فضائل منقول نہیں جتنے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں"۔ (مناقب ابن حنبل ص ۱۶۳، ابن حنبل ص ۱۷۰)

☆☆☆☆☆

شہادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی
ترتیب وانتخاب: مولانا حافظ حماد اشرفی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ:۱۵۴)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنہیں ان تاریخوں میں، یعنی ذی الحجہ کی ۲۷ تاریخ کو مصلیٰ نبی کریم ﷺ پر خنجر لگا اور یہ واقعہ جس دن پیش آیا اس کے دو تین بعد یعنی یکم محرم کو حضرت رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہو گیا۔ تو یکم محرم کے وصال مبارک کی نسبت سے دل میں ایا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان کا ذکر کیا جائے۔ اس لیے کہ ان کا ہمارے اوپر حق ہے۔ تو اس سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید کی یہ جو آیت مبارکہ میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے شہادت کا اور شہداء کے مقام کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں ان کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ وہ مرد ے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس۔ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ لیکن ان شعور سے حواس سے تمہیں ان کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہوگی کہ پیغمبر کی ذات نے فرمایا کہ **والذی نفسی بیدہ** قسم ہے اس ذاتِ پاک کی۔ محمد کی جان جس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ **لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل**۔ میری آرزو یہ ہے کہ میں اللہ کے راستے میں مارا جاؤں پھر زندگہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ یہ میری تمنا اور آرزو ہے۔ اس سے آپ نے اندازہ لگایا کہ شہیدوں کا مقام کتنا اونچا ہے۔

تو یہ جو شہادت ملی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ عجیب دعا کرتے تھے۔ آدمی حیران ہوتا ہے کہ یہ

عجیب دعا تھی جو اللہ نے قبول کی، کیا دعا تھی؟ اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد حبيبك (بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب کراھیة النبی ۔۔ الخ، ۱/ ۶۲۲، حدیث: ۱۸۹۰)۔

اے اللہ اپنے راستے میں مجھے شہادت دینا اور اے اللہ میری موت اپنے حبیب کے بلد میں، مدینہ میں دینا۔ اب اگر مدینہ میں موت ہو تو شہادت نہیں، اور اگر شہادت ہے تو مدینہ میں نہیں۔ تو دونوں کو جمع کیا، اب جنگوں میں جو جائیں گے ظاہر ہے وہ مدینہ میں تو نہیں ہوں گے۔ اگر شہادت کو طلب کرتے ہیں تو مدینہ جاتا ہے اور اگر مدینہ منورہ کو طلب کرتے ہیں تو شہادت جاتی ہے، لیکن دعا کیا کیا کرتے تھے؟ کہ اے اللہ موت آئے تو تیرے رستے میں شہادت کی موت آئے اور اگر موت آئے تو تیرے حبیب کے شہر میں آئے۔ اللہ پاک نے دونوں باتیں پوری فرمادیں۔ اب فجر کی نماز کے لیے آئے۔ تو عادت مبارکہ یہ تھی کہ پہلے صفوں کو سیدھا فرماتے تھے۔ کہتے تھے۔ صفیں سیدھی کرلو، صفیں ملالو، خلل نہ ہو۔ درمیان میں فاصلہ نہ ہو۔ صفیں پوری طرح دیکھنی ہوجاتی، پھر امامت کرتے تھے۔ اب صفیں سیدھی کروا رہے ہیں۔ صفیں سیدھی کروانے کے بعد نماز پڑھانے کی ابتدا کی، اللہ اکبر، تو اب وہ لولو، ایک مجوسی تھا، آتش پرست، آگ کی پوجا کرنے والا۔ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ کے طور پر، یہ حضرت مغیرہ کا غلام تھا، اس نے آکر دو دھاری خنجر پیٹ کے نیچے مارا، جب حملہ کرکے بھاگا تو اور صحابہ کو بھی زخمی کرتا گیا۔ ایک صحابی نے کیا کیا، انہوں نے اپنے کمبل کو اس پر ڈال کر اپنے قبضے میں لے لیا، جب اسے پتہ چلا کہ میں پکڑا گیا تو خود خنجر مار کر اپنے آپ کو مارلیا۔ تاکہ وہ سکیم ظاہر نہ ہونے پائے کہ کس نے بھیجا اور کون ذریعہ بنا۔ یہ بھی چال کی ایک قسم ہوا کرتی ہے کہ اپنے آپ کو مارلیا جائے۔

بہرحال یہ واقعہ تو ان کے بارے میں ہوا، لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قربان جائیں۔ فرمایا، عبدالرحمن بن عوف سے، کہ آپ نماز پڑھائیں۔ تو عبدالرحمن بن عوف نماز پڑھارہے ہیں، اسی حالت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں اور نماز میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آرہا۔ صحابہ کے اوپر بھی قربان جائیں۔ کتنی محبت ہے کتنا جذبہ ہے۔ کتنی عظمت ہے نماز کی کہ ایسی حالت میں بھی نماز نہ جائیں اور بعد میں فرمایا۔ ان اهم اموركم عندي الصلاة۔ سب سے زیادہ تمہارے مسائل میں میری نظر میں نماز ہے۔ نماز میں خلل نہ ڈالنا۔ میرے بعد آنے والے گورنرو، سب کو پیغام پہنچاؤ کہ نماز میں خلل نہیں، اگر کوئی نماز میں خلل ڈالے تو اس سے عہدہ لے لو وہ عہدہ کے قابل نہیں۔

اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی حالت میں موجود ہیں تو ایک صاحب نے آکر کہا مبارک ہو۔ اے عمر

فاروق رضی اللہ عنہ آپ کو بشارت ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا آپ کو اللہ نے شرف عطا فرمایا اس کے بعد اللہ نے آپ کو امیر المومنین بنایا، پھر آپ سے انصاف کرایا، اللہ پاک نے یہ آپ کو مقام دیا اور شہادت کا مقام اللہ نے آپ کو دیا تو صحبت ملی، امارت ملی، عدل آپ نے کیا، اور مقام شہادت بھی اللہ نے دیا۔ اتنی باتوں پر آپ کو بشارت ہو۔ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ ساری نعمتیں اللہ کے فضل سے ہیں۔ یہ میرا کوئی کمال نہیں۔

بہر حال یہ واقعہ تو اس مقام پر ہوا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند دن، تین دن پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ، مجھے ایک سرخ رنگ کے مرغے نے دو تین ٹھونگیں ماری ہیں، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے یہ خواب ذکر کیا، کہا اے اسماء اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ تو اسماء بنت عمیس نے اس خواب کی تعبیر بتلائی کہا اس کا معنی یہ ہے کہ غیر مسلم جو عجمی ہوگا، آپ کو قتل کرے گا۔ تو تین دن بعد خواب کی تعبیر سامنے آ گئی۔

اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو دیکھا جائے تو آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ تو محدّث من اللہ ہے۔ ملہم من اللہ ہے۔ اللہ تجھ سے کلام کرتا ہے تجھ سے باتیں کرتا ہے۔ تیرے دل میں القا کرتا ہے۔ تو عجیب مقام اللہ نے ان کو عطا فرمایا اور فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تیرا یہ مرتبہ اور مقام ہے کہ جس گلی سے تو گزر جائے گا اس گلی میں شیطان نہیں آ سکتا۔ جس کوچے میں تیرا گزر ہو گا اس کوچے میں شیطان کا گزر نہیں، کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دریائے نیل کا پانی خشک ہوتا جا رہا ہے اور پہلے سے یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ جب ایک کنواری کو جب تک دریائے نیل کی نذر نہ کر دیا جائے تو دریائے نیل چلتا نہیں، یہ یہاں کی رسم ہے۔ تو جناب والا کیا کہتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم شرک کو مٹانے کے لیے آئے ہیں اور تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ فرمایا میرا خط آ رہا ہے وہ خط دریائے نیل کے سپرد کر دو اس کے حوالے کر دو۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ اے نیل اگر تو بغیر اللہ کی مرضی کے چلتا ہے، تو چل یا نہ چل ہمیں کوئی پروا نہیں، لیکن تو اللہ کی مرضی سے چلتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ تجھے کہتا ہے کہ تو چل پڑ۔ لکھا ہے کہ دریائے نیل اتنا جوش میں آیا کہ اتنا جوش میں کبھی آیا ہی نہیں تھا۔ یہ مرتبہ اور مقام اللہ نے عطا فرمایا تھا۔

ایک دفعہ جب زلزلہ آیا، زور سے عصا مارا، کہا اے زمین! کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا؟ ٹھہر جا! اسی مقام پر زمین ٹھہر گئی۔ بے شمار ایسے واقعات ہیں، وقت ختم ہو گیا۔ دعا فرمائیں اللہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس قوت ایمانی کے صدقے میں ہمیں بھی سچا ایمان دے دے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

مولانا محمد اویس سرور
استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

پیدائش، نام ونسب:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا پورا نام "حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم" ہے۔ آپ کی کنیت "ابوعبداللہ" اور آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری ذبح فرمائی، ان کے کان میں اذان دی، ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن داخل فرمایا اور ان کے لیے دعا فرمائی اور انہیں "حسین" کے نام سے موسوم فرمایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت سے القابات سے ملقب کیا گیا جن میں سے مشہور القاب یہ ہیں:

"زکی، رشید، طیب، وفی، سید، مبارک، نواسہ رسول، ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

حضرت ابراہیم علیہ السلام تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حلیہ مبارک:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی تھی۔ (الاستیعاب ج۱ص ۳۸۴) آپ رضی اللہ عنہ درمیانے قد کے مالک تھے آپ کا قد نہ تو لمبا تھا اور نہ ہی کوتاہ، کشادہ پیشانی والے، گھنی داڑھی والے، چوڑے سینے اور بڑے کندھوں کے حامل تھے، آپ کی ہڈیاں مضبوط اور ہاتھ پاؤں قوی تھے، بال کالے اور جسم توانا تھا، آپ کے رنگ کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی اور آپ کی آواز بہت خوبصورت تھی، آپ رضی اللہ عنہ "وسمہ" نامی بوٹی کو بطور خضاب کے

استعمال کیا کرتے تھے۔

بس ایک جھلک تم کو دیکھا تھا مگر اب تک
آئینے کو حیرت ہے تصویر کو سکتا
اے دل وہ خدا جانے خود کتنے حسیں ہوں گے
جب ان کے تصور کی تصویر بھی یکتا ہے

اخلاق و عادات:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ انتہائی عبادت گزار اور نماز روزے کی کثرت کرنے والے تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے پچیس حج پیدل کیے۔ (البدایۃ والنھایۃ، ج:۸، ص ۲۰۷) آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت و فیاضی بھی بے کنار تھی اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کو دریائے فرات کے کنارے مقام کربلاء میں ہوئی جہاں آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے بہتر ساتھیوں کے ہمراہ انتہائی سفاکی کے ساتھ شہید کردیا گیا۔

عشق محبوب میں ہو جاؤ فنا یوں کیفیؔ
عشق ہی سلسلۂ نام و نسب بن جائے

اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ مسلمانوں کے لیے ایک دستور حیات فراہم کرتا ہے، اس واقعہ سے حاصل ہونے والے فوائد کو اردو کے نامور مصنف ابوالکلام آزاد مرحوم نے مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا ہے، جنھیں اختصاراً نقل کیا جاتا ہے:

۱۔ دعوت الٰہی اور حریت کی راہ میں جان قربان کرنا اور ظالم و جابر حکومت کا اعلانیہ مقابلہ کرنا۔

۲۔ مقابلہ کے لیے قوت و شوکت مادی کا وہ تمام ساز و سامان موجود ہونا ضروری نہیں جو ظالموں کے